فتنۂ وضع حدیث اور اُس کا انسداد

(۲)

صحابۂ کرام نے روایات و احادیث کی حفاظت اور انکی نشر و اشاعت میں جو مساعی جمیلہ کی ہیں، انکی تفصیل کے سلسلہ میں یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ جن صحابہ نے کثرت سے روایتیں نقل کی ہیں ان میں حضرت ابوہریرۃ اور ابن عباس کے اسماء گرامی زیادہ نمایاں ہیں لیکن بعض مستشرقین اور منکرین حدیث نے حدیث کی بے اعتباری ثابت کرنے کے لیے ان دونوں بزرگوں پر بعض نہایت رکیک اعتراضات کئے ہیں یہاں تک کہ انہیں وضع حدیث کے الزام سے بھی بری نہیں رکھا اس لیے ہم اس موقع پر حضرت ابوہریرہ کی زندگی پر روشنی ڈال کر بتانا چاہتے ہیں کہ آپ پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں وہ کس درجہ بے بنیاد اور لغو ہیں۔

ابوہریرۃؓ حضرت ابوہریرۃؓ کا اصلی وطن یمن تھا۔ قبیلۂ دوس سے تعلق رکھتے تھے، نام عمیر تھا۔ ابوہریرۃ کنیت تھی۔ ہریرہ عربی زبان میں چھوٹی بلی کو کہتے ہیں۔ اس کنیت کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چراتا تھا، میرے پاس ایک بلی تھی۔ اُسے میں رات کے وقت ایک درخت میں رکھ دیتا تھا اور دن کو اُسے اپنے ساتھ چراگاہ لیجاتا جہاں میں اُس سے کھیلتا رہتا تھا۔ اس بنا پر لوگ مجھے ابوہریرہ کہنے لگے[1]

اسلام اور جستجوئے علم ۷ھ میں بمقام خیبر اپنے قبیلہ کی ایک جماعت کے ساتھ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر دولت اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے۔ آپ کو علم کی بڑی جستجو تھی ہر وقت اسی دھن میں مصروف رہتے تھے۔ اور اس بنا پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] ترمذی، مناقب ابوہریرۃؓ۔

سوالات کرنے میں بھی بڑے جری اور بے باک واقع ہوئے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے بطور شکایت کہا کہ ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کثرت سے روایت کرتے ہیں فرمایا "پناہ بخدا، اُن کی روایات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرنا، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ سرکار رسالتمآبؐ سے سوال کرنے میں بہت جری تھے، اور اس لیے ایسے ایسے سوالات کرتے تھے جن کو ہم لوگ پوچھ بھی نہیں سکتے[1]"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی اس علمی جستجو اور ذوقِ تحقیق وتلاش کا اعتراف تھا چنانچہ ایک مرتبہ اُنہوں نے سیدِ کونین صلعم سے دریافت کیا " قیامت کے دن کون خوش نصیب آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق ہوگا؟" تو ارشادِ گرامی ہوا " تمہاری حرص علی الحدیث دیکھ کر مجھ کو پہلے سے خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی دوسرا نہیں کریگا[2]"

حضرت ابوہریرہؓ کے لیے دعاء نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ کے ذوقِ علم کی اس درجہ قدر کرتے تھے کہ اُن کے علم کی پختگی اور حافظہ کی قوت کے لیے دعائیں فرماتے تھے زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں " ایک دن میں، ابوہریرہ اور ایک اور شخص مسجد میں بیٹھے ذکر خدا و دعا میں مشغول تھے۔ اتنے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہم لوگ خاموش ہوگئے۔ آپ نے فرمایا " اپنا شغل جاری رکھو، یہ سُن کر میں اور دوسرا شخص دعائیں کرنے لگے جن پر آپ آمین کہتے جاتے تھے۔ ہمارے بعد ابوہریرہ نے دعا کی " خدایا جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے قبل مانگ چکے ہیں وہ مجھے عطا فرما۔ اور اس کے علاوہ ایسا علم بھی عنایت کر جس کو میں کبھی فراموش نہ کروں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی آمین کہی۔ اب ہم دونوں نے عرض کیا " یارسول اللہ ہم کو بھی ایسا علم عطا کیا جائے جو فراموش نہ ہو۔ ارشادِ حق بنیاد ہوا " وہ دوسی نوجوان (ابوہریرہ) سے کے حصّہ میں

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰ [2] صحیح بخاری باب الحرص علی الحدیث [3] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۶

آچکا ہے[1]۔

ایک مرتبہ اُنھوں نے بارگاہِ رسالت میں ضعفِ حافظہ کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: "چادر پھیلاؤ" اُنھوں نے چادر پھیلادی۔ آپ نے اُس میں دونوں دستِ مبارک ڈالے، پھر فرمایا "اسے سینہ سے لگالو" ابوہریرہ کہتے ہیں" اس کے بعد میں پھر کبھی نہیں بھولا[2]۔

جلالتِ علم | حضرت ابوہریرہؓ کے ذوق وشوق، محنت وجستجو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفقت و دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوہریرہ علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ بن گئے۔ اس کی دلیل اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے خود اُن کو "علم کا ظرف" فرمایا[3]۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو خود بھی صحابہ میں بڑے پایہ کے محدث ہیں بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ ہم سب میں اعلم بالحدیث تھے[4]۔ حافظ ذہبی جو تنقید رواۃ میں مرتبہ بلند رکھتے ہیں فرماتے ہیں" ابوہریرہ علم کا ظرف تھے اور صاحبِ فتویٰ ائمہ کی جماعت میں ارفع مقام رکھتے تھے[5]۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "ابوہریرہ اپنے ہمعصر راویوں میں سب سے بڑے حافظ تھے اور تمام صحابہ میں کسی نے حدیث کا ذخیرہ اتنا فراہم نہیں کیا[6]۔ امام شافعیؒ کی رائے تھی کہ ابوہریرہ ہم عصر حفاظ حدیث میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

روایات | حضرت ابوہریرہ نے جو روایتیں بیان کی ہیں اُن کی مجموعی تعداد جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ۵۳۷۴ ہے۔ ان میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں ۷۹ میں امام بخاری ۹۳ میں امام مسلم منفرد ہیں[7]۔

حضرت ابوہریرہ کی کثرتِ روایت پر بعض لوگوں نے شک وشبہ کا اظہار کیا ہے لیکن ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا محض اس بنا پر کہ وہ روایات کثرت سے بیان کرتے تھے ہم اُن پر کسی قسم کا شک وشبہ کرسکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں ہم کو چند باتیں نظرانداز نہ کرنی چاہئیں۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۶ ۔ [2] صحیح بخاری باب حفظ العلم [3] بخاری کتاب العلم [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰
[5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸ [6] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۶ [7] تہذیب الکمال ص ۴۶۲

(۱) کثرت روایت کا سبب کیا تھا؟

(۲) اجلۂ صحابہ اُن پر اعتماد کرتے تھے یا نہیں؟

(۳) اُن کا حافظہ کیسا تھا؟

(۴) احادیث لکھتے تھے یا نہیں؟

(۵) نقل روایت میں اُن کا عام انداز احتیاط پسندانہ تھا یا نہیں؟

(۶) جتنی کثیر روایتیں حضرت ابوہریرہ سے منقول ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و صحبت کی مدت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُن کی تعداد عقلاً و عادۃً مستبعد ہے یا نہیں؟

اب ہم ان میں سے ہر ایک کے متعلق نمبر وار گفتگو کرتے ہیں۔

کثرت روایت کے اسباب حضرت ابوہریرہ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر ذوق علم اور شوق تحقیق و جستجو عطا فرمایا تھا اسی قدر اُن کو علم کی اشاعت و توسیع کا بھی بڑا شوق تھا۔ اور اُن کی دلی آرزو تھی کہ اقوال نبوی کا جو گنجینۂ نایاب اُن کے سینہ میں محفوظ ہے اُس سے وہ دوسروں کو بھی فیضیاب کریں، اُن کو اس کا نہ صرف ذاتی شوق تھا بلکہ قرآن مجید کی ایک آیت کے بحکم اشاعتِ علم کو وہ اپنا ایک مذہبی فریضہ جانتے تھے۔ لوگوں نے اسی زمانہ میں اُن پر اعتراضات کیے تو اُنھوں نے خود فرمایا "اگر سورۂ بقر کی یہ آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ	تحقیق وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی کھلی ہوئی
وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ	نشانیوں کو اس کے بعد کہ ہم نے اُن کو کتاب میں
فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ	لوگوں کے لیے بیان کر دیا ہے، چھپاتے ہیں اُن پر
یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔	اللہ لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

نہ ہوتی تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا[1]

[1] بخاری کتاب العلم۔

ایک طرف اشاعت علم کا یہ جذبہ اور دوسری طرف اُن کو مواقع ایسے میسر تھے جو کسی دوسرے کو نہیں تھے، وہ خود ہی بیان کرتے ہیں "لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتاہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائی بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے اور انصار صاحب جائداد تھے وہ اُس کے انتظامات میں مصروف رہتے تھے میں فارغ البال تھا، ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا جن اوقات میں وہ لوگ موجود نہیں ہوتے تھے، میں اُن میں بھی حاضر رہتا تھا اور دوسرے لوگ جن چیزوں کو فراموش کردیتے تھے میں اُنہیں یاد رکھتا تھا[۱]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے اُن سے پوچھا "تم کیسی حدیثیں بیان کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ میں نے دیکھا (یعنی افعال نبوی) اور سُنا (قول نبوی) وہی تم نے بھی سُنا اور دیکھا" بولے "اماں! آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تطیب خاطر کے لیے زیبائش وآرائش میں مصروف رہتی تھیں اور مجھ کو خدا کی قسم کوئی چیز سرکار دو عالم سے غافل نہیں کرسکتی تھی"[۲]

اجلۂ صحابہ اُن پر اعتماد کرتے تھے

حضرت ابوہریرہ کی اس خصوصیت کو دوسرے اجلۂ صحابہ بھی تسلیم کرتے تھے اور اُن کے مخصوص حالات کے باعث اُن کی روایتوں پر اعتماد کرتے تھے۔ ابوعامر روایت کرتے ہیں "ایک مرتبہ میں حضرت طلحہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "ابو محمد! ہم کو نہیں معلوم یہ یمنی (ابوہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ جانتا ہے یا تم" حضرت طلحہؓ نے فرمایا "اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیثیں سُنی ہیں جو ہم نے نہیں سُنیں، اور انہیں وہ چیز معلوم ہے جسے ہم نہیں جانتے۔ ہم لوگ مالدار تھے ہمارے اپنے گھر تھے بال بچے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح شام آتے

[۱] صحیح مسلم فضائل ابی ہریرہ وبخاری کتاب العلم [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۹۔

اور چلے جاتے تھے۔ ابوہریرہ مسکین تھے اُن کے پاس نہ مال تھا اور نہ اُن کے متعلقین تھے، اُن کا ہاتھ سرورِ کونین کے ہاتھ میں تھا، جہاں سرکار جاتے تھے وہ بھی جاتے تھے، اور ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ وہ ایسی چیزیں جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے، اور اُنھوں نے ایسی حدیثیں سُنی ہیں جو ہم نے نہیں سُنیں، اور

ولم یتھمہ احدٌ منّا انّہٗ تقوّل علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالم یقل ھذا حدیث صحیح الاسناد علیٰ شرط الشیخین[1]

ہم میں سے کسی نے ان کو اس کی تہمت نہیں لگائی کہ اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی قول ایسا منسوب کیا ہے جو آپ نے نہیں فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ نے ایک حدیث بیان کی حضرت عبداللہ بن عمر نے وہاں سے گذرتے ہوئے اُس کو سُنا تو فرمایا " ابوہریرہ! دیکھو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا روایت کررہے ہو"۔ حضرت ابوہریرہ فوراً کھڑے ہوگئے اور سیدھے حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ آپ نے بھی یہ حدیث سُنی ہے؟ فرمایا" ہاں! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سُنی ہے۔ اس پر حضرت ابوہریرہ بولے" ہم کو رسول اللہ سے نہ تو ازدواجی تعلق غافل رکھ سکتا تھا اور نہ بازاروں میں لین دین کرنا، میں آنحضرت سے صرف دو چیزیں طلب کرتا تھا۔ کوئی کلمہ جس کی آپ مجھ کو تعلیم دیں یا ایک لقمہ جو آپ مجھ کو کھلادیں"۔ ابن عمر بولے:۔

کنتَ الزمنا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعلمنا بحدیثہٖ[2]

اے ابوہریرہ! آپ ہم سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے اور آپ کی احادیث جانتے

ایک مرتبہ مروان کو حضرت ابوہریرہ کی کوئی بات ناگوار ہوئی، اُس نے غضبناک ہوکر کہا

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱ و ۵۱۲ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰ و ۵۱۱۔

لوگ کہتے ہیں" ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ ہی دنوں پہلے مدینہ میں آئے تھے" فرمایا" میں جب مدینہ میں آیا تو حضرت خیبر میں تشریف رکھتے تھے، اُس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی اور آپ کی وفات تک سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہا، آپ کے ساتھ ازواجِ مطہرات کے گھروں میں جاتا تھا آپ کی خدمت کرتا تھا آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتا تھا آپ کے ہمراہ حج کرتا تھا، اس لیے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حدیثیں جانتا ہوں، خدا کی قسم وہ جماعت جو مجھ سے قبل آپ کی صحبت میں تھی وہ بھی میری حاضر باشی کی معترف تھی اور مجھ سے حدیثیں پوچھتی تھی۔ ان میں حضرت عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں[1]۔

حضرت ابوایوب انصاری جن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر قیام فرمایا تھا، بڑے پایہ کے صحابی تھے لیکن اس کے باوصف وہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے تھے کسی نے اُن سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا" میں ابوہریرہ سے کوئی حدیث روایت کروں، مجھ کو یہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کروں[2]۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوایوب کو اپنے حافظہ پر اتنا اعتماد نہیں تھا جتنا حضرت ابوہریرہ کے حافظہ پر تھا، وہ ڈرتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں براہِ راست کسی حدیث کو آنحضرت سے نقل کروں اور اُس میں کچھ کمی بیشی ہو جائے۔

قوتِ حافظہ حضرت ابوہریرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملازمت و قربِ مسلسل کا جو شرف حاصل تھا اُس پر اُن کی قوتِ حافظہ نے اور سونے پر سہاگے کا کام کیا تھا پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حافظہ کی قوت کے لیے دعا کی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا ایسا کہ وہ

[1] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۵ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۲۔

خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جو حدیث سُن لیتے تھے بھولتے نہیں تھے۔ لوگ مختلف طریقوں سے امتحان لیتے تھے اور بالآخر انہیں حضرت ابوہریرہ کی قوت حافظہ کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔

ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابوہریرہ کو بلایا اور اپنے کاتب کو تخت کے پیچھے بٹھا کر اُن سے حدیثیں پوچھنی شروع کیں۔ ابوہریرہ بولتے جاتے تھے اور کاتب اُنہیں لکھتا جاتا تھا (حضرت ابوہریرہ کو اس کی بالکل خبر نہیں تھی) ایک سال کے بعد مروان نے اُنہیں پھر طلب کیا اور اُس نے وہی حدیثیں دریافت کیں۔ حضرت ابوہریرہ نے گذشتہ سال کی طرح اس مرتبہ بھی بے کم وکاست بغیر زیادتی اور کمی کے وہ سب حدیثیں نقل کردیں یہاں تک کہ ترتیب میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔[1]

حدیث کی کتابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تو غالباً حضرت ابوہریرہ نے حدیث کی کتابت نہیں کی کیونکہ اوّل تو اُنہیں اس کی فرصت ہی نہ ہوتی ہوگی اور پھر اُنہیں یہ اُمید تھی کہ جس کسی حدیث میں کچھ شک ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرکے اُس کو رفع کرلینگے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد قوتِ حافظہ کے باوجود ازراہ احتیاط اُنہوں نے حدیثیں قلمبند کرنی شروع کردی تھیں اور پھر وہ جب تک اپنی کتاب نہ دیکھ لیتے کسی روایت کی توثیق وتصدیق نہ کرتے تھے۔ چنانچہ فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمرو کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت ابوہریرہ کو ایک حدیث سُنائی، اُنہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حسن بولے میں نے یہ حدیث آپ سے ہی سُنی ہے۔ فرمایا "اگر مجھ سے سُنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوگی۔ اس کے بعد ابوہریرہؓ حسن کو ساتھ لے کر گھر گئے اور ایک کتاب دکھائی جس میں تمام حدیثیں درج تھیں اُس میں وہ حدیث بھی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اگر تم نے وہ حدیث مجھ سے سُنی ہے تو ضرور میری کتاب میں ہوگی"[2]

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱۔

احتیاط | اسی روایت سے اُن کی احتیاط فی الروایت کا بھی علم ہوتا ہے کہ کسی حدیث پر یونہی حکم نہیں لگا دیتے تھے، بلکہ جب تک اُس کی خوب تحقیق نہ کرلیتے نفیاً یا اثباتاً کچھ نہ فرماتے

اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے جس سے اُن کی خشیتِ الٰہی اور حدیثِ رسول اللہ کے جذبۂ احترام کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مرتبہ شفیا اصبحی مدینہ آئے تو حضرت ابوہریرہ کو دیکھا کہ بے ہوش پڑے ہوئے ہیں اور لوگ اُن کے چاروں طرف جمع ہیں یہ اُن کے پاس جاکر بیٹھ گئے۔ جب ذرا ہوش آیا تو درخواست کی کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سُنائیے جس کو خود آپ نے سُنا اور سمجھا ہو۔ ابوہریرہ بولے "ہاں ایسی ہی حدیث سُناؤنگا۔ یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، ہوش میں آتے۔ اور یہ کہہ کر ہاں ایسی ہی حدیث سناؤنگا پھر بے ہوش ہوجاتے تھے۔ چوتھی بار بیہوشی کا حملہ اتنا شدید ہوا کہ غش کھاکے منہ کے بل گر پڑے شفیا اصبحی نے اُن کو سنبھال لیا اور دیر تک لیے بیٹھے رہے۔ افاقہ ہوا تو ایک حدیث بیان کی[1]

حق گوئی | خشیت ربانی کے غلبہ کا ہی نتیجہ تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نہایت بیباک اور جری واقع ہوئے تھے۔ حضرت ابوہریرہ مدینہ میں قیام پذیر تھے، یہاں کا گورنر مروان تھا۔ ایک مرتبہ ابوہریرہ اُس کے گھر تشریف لے گئے تو تصویریں آویزاں دیکھیں، چُپ نہ رہ سکے۔ فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا کی مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے، اگر اس کی قدرت میں ہے تو کوئی ذرۂ غلہ یا جو پیدا کرکے دکھائے[2]

عام تبصرہ | اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوہریرہ غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر مشرف باسلام ہوئے۔ اس لحاظ سے اُن کو صرف چار سال صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ حضرت ابوہریرہ سے جو حدیثیں منقول ہیں اُن کی تعداد اس مدت

[1] ترمذی ابواب الزہد باب الریاء والسمعۃ [2] مسند امام احمد بن حنبل۔

کے پیشِ نظر یہ ظاہر زیادہ معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے کہ ان چار سالوں کی مدت میں حضرت ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ کے لیے بھی جُدا نہیں ہوئے۔ اور سفر و حضر میں جلوت و خلوت میں، رزم میں اور بزم میں ہر جگہ اور ہر مقام پر وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ رہے اور اس شرفِ معیت کی وجہ سے وہ حضورِ پاک کے تمام اقوال و افعال دیکھتے اور سُنتے تھے پھر خود بھی سوال کرنے میں بڑے جری اور بے باک واقع ہوئے تھے۔ تو یہ باور کرلینا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ دراصل ان سب چیزوں کے لحاظ سے حضرت ابوہریرہ کی مرویات کی تعداد مدتِ معیت کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ بحث تو مرویاتِ ابوہریرہ کی کمیت کے لحاظ سے تھی۔ اب حضرت ابوہریرہ کی قوتِ حافظہ، احتیاط فی الروایت، اجلہ صحابہ کا اُن پر اعتماد و وثوق، خشیتِ ربانی، خوفِ قیامت، فقر و استغنا، اعلانِ حق میں جرأت و بے باکی احادیث رسول اللہ کے ساتھ غایت درجہ عشق و محبت، اُن کا احترام، احادیث کی کتابت ان سب چیزوں پر غور کیجیے تو ان مرویات ابوہریرہ کی کیفیت کے متعلق بھی صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس پایہ کی ہیں، اور ہمارے لیے کس درجہ لائقِ اعتماد ہوسکتی ہیں

جن محدثین نے حضرت ابوہریرہ کی بعض حدیثوں پر کلام کیا ہے، وہ اس پر مبنی نہیں ہے کہ انہیں حضرت ابوہریرہ پر اعتماد نہیں بلکہ اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے محدث تک جو سلسلۂ رواۃ ہے اُس میں بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر ثقہ یا متکلم فیہ ہیں، ورنہ محدثین کا اتفاق ہے کہ "الصحابۃ کلھم عدول" یعنی صحابی سب عادل ہیں۔

وفات حضرت ابوہریرہ نے سنہ ۵۸ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔